

ولادت ہمشکل پیغمبر، محمد ثانی، شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام

<"xml encoding="UTF-8?>

ولادت ہمشکل پیغمبر، محمد ثانی، شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام حضرت علی اکبر (ع) بن ابی عبد اللہ الحسین (ع) 11 شعبان سن 43ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

مستدرک سفینہ البحار (علی نمازی)، ج 5، ص 388

آپ امام حسین بن علی بن ابی طالب (ع) کے بڑے فرزند تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام لیلی بنت مرضہ بن عروہ بن مسعود تھقی ہے۔ لیلی کی والدہ میمونہ بنت ابی سفیان جو کہ طایفہ بنی امیہ سے تھیں۔

أعلام النساء المؤمنات (محمد حسون و أم علي مشكور)، ص 126؛ مقاتل الطالبيين (ابوالفرج اصفهاني)، ص 52

اس طرح علی اکبر (ع) عرب کے تین مہم طایفوں کے رشتے سے جڑے ہوئے تھے۔

والد کیطرف سے طایفہ بنی ہاشم سے کہ جس میں پیغمبر اسلام (ص) حضرت فاطمہ (س) ، امیر المؤمنین علی بن ابیطالب (ع) اور امام حسن (ع) کے ساتھ سلسلہ نسب ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے دو طایفوں سے بنی امیہ اور بنی ثقیف یعنی عروہ بن مسعود تھقی ، ابی سفیان ، معاویہ بن ابی سفیان اور ام حبیبہ ہمسر رسول خدا (ص) کے ساتھ رشتہ داری ملتی تھی اور اسی وجہ سے میمونہ کے طایفوں میں سب کی نظر میں آپ خاصا محترم جانے جاتے تھے۔ ابو الفرج اصفہانی نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ: ایک دن معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ : تم لوگوں کی نظر میں خلافت کیلیے کون لایق اور مناسب ہے ؟ اسکے ساتھیوں نے جواب دیا : ہم تو آپ کے بغیر کسی کو خلافت کے لایق نہیں سمجھتے ! معاویہ نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ خلافت کیلیے سب سے لایق اور شایستہ علی بن الحسین (ع) ہے کہ اسکا نانا رسول خدا (ص) ہے اور اس میں بنی ہاشم کی دلیری اور شجاعت اور بنی امیہ کی سخاوت اور ثقیف کی فخر و فخامت جمع ہے۔

مقاتل الطالبيين، ص 52؛

منتهی الامال (شیخ عباس قمی)، ج 1، ص 373 و ص 464

حضرت علی اکبر (ع) کی شخصیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کافی خوبصورت ، شیرین زبان پر کشش تھے ، خلق و خوی ، اٹھنا بیٹھنا ، چال ڈال سب پیغمبر اکرم (ص) سے ملتا تھا۔ جس نے پیغمبر اسلام (ص) کو دیکھا تھا وہ اگر دور سے حضرت علی اکبر کو دیکھ لیتا گمان کرتا تھا کہ خود پیغمبر اسلام (ص) ہیں۔ اسی طرح شجاعت اور بہادری کو اپنے دادا امیر المؤمنین علی (ص) سے وراثت میں حاصل کی تھی اور جامع کمالات ، اور خصوصیات کے مالک تھے۔

منتهی الامال، ج 1، ص 373

ابو الفرج اصفہانی نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اکبر (ص) عثمان بن عفان کے دور خلافت میں پیدا ہوئے ہیں۔

مقاتل الطالبین، ص 53

اس قول کے مطابق شہادت کے وقت آپ 25 سال کے تھے۔

حضرت علی اکبر (ع) نے اپنے دادا امام علی ابن ابی طالب (ع) کے مکتب اور اپنے والد امام حسین (ع) کے دامن شفقت میں مدینہ اور کوفہ میں تربیت حاصل کر کے رشد و کمال حاصل کر لیا۔

امام حسین (ع) نے ان کی تربیت اور قرآن ، معارف اسلامی کی تعلیم دینے اور سیاسی اجتماعی اطلاعات سے بھرپور کرنے میں نہایت کوشش کی جس سے ہر کوئی حتی دشمن بھی ان کی ثنا خوانی کرنے سے خود کو روک نہ پاتا تھا۔

بہر حال ، حضرت علی اکبر (ع) نے کربلا میں نہایت مؤثر کردار نبھایا اور تمام حالات میں امام حسین (ع) کے ساتھ تھے اور دشمن کے ساتھ شدید جنگ کی۔

منتهی الامال، ج 1، ص 373

الارشاد (شیخ مفید)، ص 459

قابل ذکر ہے کہ حضرت علی اکبر (ع) عرب کے تین معروف قبیلوں کے ساتھ قربت رکھنے کے باوجود عاشور کے دن یزید کے سپاپیوں کے ساتھ جنگ کے دوران اپنے نسب کا بنی امیہ اور ثقیف کی طرف اشارہ نہ کیا ، بلکہ صرف بنی ہاشمی ہونے اور اہل بیت (ع) کے ساتھ نسبت رکھنے پر افتخار کرتے ہوئے یوں رجز خوانی کرتے تھے :

أَنَا عَلِيٌّ بْنُ الْحَسِينِ بْنِ عَلِيٍّ نَحْنُ وَ بَيْتُ اللَّهِ أَوَّلُ بِالنَّبِيِّ

أَضْرِبْكُمْ بِالسَّيْفِ حَتَّىٰ يَنْثَنِي ضَرَبُ عَلَامٍ هَاشِمِيٍّ عَلَوَيٍّ

وَلَا يَزَالُ الْيَوْمَ أَحْمِي عَنْ أَبِي تَالِلَهِ لَا يَحْكُمُ فِيْنَا ابْنُ الدَّعِيِّ

عاشور کے دن بنی ہاشم کا پہلا شہید حضرت علی اکبر (ع) تھے اور زیارت معروفہ شہداء میں بھی آیا ہے :

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوْلَ قَتِيلٍ مِّنْ نَسْلِ خَيْرٍ سَلِيلٍ.

منتهی الامال، ج 1، ص 375

حضرت علی اکبر (ع) نے عاشور کے دن دو مرحلوں میں عمر سعد کے دو سو سپاپیوں کو ہلاک کیا اور آخر کار مرہ بن منقد عبدي نے سر مبارک پر ضرب لگا کر آنحضرت کو شدید زخمی کیا اور اسکے بعد دشمن کی فوج میں حوصلہ آیا اور حضرت پر ہر طرف سے حملہ شروع کر کے شہید کر دیا۔

امام حسین (ع) انکی شہادت پر بہت متاثر ہوئے اور انکے سریانے پہنچ کر بہت روئے اور جب خون سے لت پت سر کو گود میں لیا ، فرمایا:

عَلَيَ الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَا.

منتهی الامال، ج1، ص 375

شہادت کے وقت حضرت علی اکبر (ع) کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے - بعض نے 18 سال ، بعض نے 19 سال اور بعض نے 25 سال کہا ہے۔

الارشاد، ص 458 منتهی الامال، ج1، ص 375

مگر یہ کہ امام زین العابدین (ع) سے بڑھتے تھے یا چھوٹے اس پر بھی مورخوں اور سیرہ نویسون کا اتفاق نہیں ہے۔

البته امام زین العابدین (ع) سے روایت نقل کی گی ہے کہ جو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ سن کے اعتبار سے علی اکبر (ع) سے چھوٹے تھے - امام زین العابدین (ع) نے فرمایا ہے:

كَانَ لِي أَخْ يَقَالُ لَهُ عَلَىٰ ، أَكْبَرُ مِنِّي قُتْلَهُ النَّاسُ - - -

میرے ایک بڑھتے بھائی تھے، جنکا نام علی تھا کہ جنکو لوگوں (شامیوں) نے قتل کر دیا تھا۔

نسب قریش (مصعب بن عبد اللہ زبیری)، ص 85، الطبقات الکبری (محمد بن سعد زہری)، ج5، ص 211

تاریخ ولادت میں اختلاف ہوئے کی وجہ سے شہادت کے وقت آپ کی عمر کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابن شهر آشوب لکھتے ہیں کہ آپ شہادت کے وقت 18 سال کے تھے اس کے بعد نقل کرتے ہیں کہ 25 سال بھی آپ کی عمر بتائی گئی ہے۔

شیخ مفید نے آپ کی عمر مبارک 19 سال بیان کی ہے۔

علامہ مقرم لکھتے ہیں کہ آپ کربلا میں شہادت کے وقت 27 سال کے تھے۔

لیکن مشہور یہ ہے کہ جناب علی اکبر علیہ السلام امام سجاد علیہ السلام سے بڑھتے تھے بہت سے مورخین نے آپ کا لقب الاکبر بیان کیا ہے۔ لیکن شیخ طوسی نے آپ کا لقب الاصغر بیان فرمایا ہے اور آپ کو امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے شمار کیا ہے۔

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے اور محدث قمی کے بقول بعض روایات اور زیارت ناموں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ شادی شدہ تھے اور کچھ اولاد بھی رکھتے تھے۔

علی اکبر علیہ السلام شکل و صورت میں اور رفتار و کردار میں سب سے زیادہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے آپ کے اخلاق اور چال چلن کو دیکھ کر لوگوں کو پیغمبر یاد آ جاتے تھے۔ اور جب بھی اہل بیت علیہم السلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو جناب علی اکبر کا دیدار کیا کرتے تھے۔

آپ عالم، پرہیزکار، رشید اور شجاع جوان تھے اور انسانی کمالات اور اخلاقی صفات کے عظیم درجہ پر فائز تھے۔ آپ کے زیارت نامہ میں وارد ہوا ہے:

سلام ہو آپ پر اے صادق و پرہیزگار، اے پاک و پاکیزہ انسان، اے اللہ کے مقرب دوست، ... کتنا عظیم ہے آپ کا مقام، اور کتنا عظمت سے آپ اس کی بارگاہ میں لوٹ آئے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا نے راہ حق میں آپ کی مجاہدت کی قدر دانی کی اور اجر و پاداش میں اضافہ کیا اور آپ کو بلند مقام عنایت فرمایا۔ اور بہشت کے اونچے درجات پر فائز فرمایا۔

جیسا کہ اس [خدا] نے پہلے سے آپ پر احسان کیا اور آپ کو اہل بیت میں سے قرار دیا کہ رجس اور پلیدی کو ان سے دور کرے اور انہیں ہر طرح کی آلودگیوں سے پاک رکھے۔

علی اکبر علیہ السلام کربلا کی تحریک میں اپنے بابا کے قدم بہ قدم رہے۔ مقام قصر بنی مقاتل سے امام حسین علیہ السلام نے رات کے عالم میں حرکت کی۔ گھوڑے پر تھوڑی دیر کے لیے آپ کی آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی تو زبان پر کلمہ استرجاع

[انا لله وانا اليه راجعون] جاری تھا۔

جناب علی اکبر علیہ السلام نے اس کا سبب پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی سوار یہ کہہ رہا تھا: یہ کاروان موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جناب علی اکبر نے پوچھا: بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں بیٹا۔ کہا:

جب ہم حق پر ہیں تو راہ خدا میں مرنے سے کوئی خوف نہیں ہے۔

مشہور ہے کہ بنی ہاشم میں سے پہلے میدان کارزار میں جانے والے جناب علی اکبر ہیں۔ جناب علی اکبر کا میدان میں جانا امام حسین علیہ السلام اور اہل حرم کے لیے بہت سخت تھا لیکن آپ کے جذبہ ایثار اور راہ اسلام میں فداکاری کا مظاہرہ میدان میں جائے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ جب جناب علی اکبر میدان کارزار کی طرف جا رہے تو امام علیہ السلام مایوسی کی نگاہ سے آپ کو دیکھ رہے تھے اور آپ کے رخسار مبارک پر آنسوں کا سیلاب جاری تھا۔ اور فرمایا:

بارالہا! تو گواہ رینا کہ میں نے ان لوگوں کی طرف اس جوان کو بھیجا ہے جو صورت میں، سیرت میں، رفتار میں، گفتار میں تیرے رسول کا شبیہ ہے ہم جب بھی تیرے پیغمبر کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اس کے

چھرے کا دیدار کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے اس قوم کو بددعا کی اور فرمایا: پروردگارا زمین کی برکات ان سے چھین لے اور ان کی چند روزہ زندگی میں ان کے درمیان تفرقہ پیدا کر دے اور ان میں سے پر ایک کو دوسرے کی جان پر ڈال دے۔ اور ان حکمرانوں کو ان سے راضی نہ کر۔ اس لیے کہ اس گروہ نے ہمیں دعوت دی کہ ہماری نصرت کریں لیکن ہمارے مقابلہ میں جنگ کے لیے کھڑے ہو گئے ہیں۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے عمر سعد کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابن سعد خدا تمہاری رشتہ داری کو ختم کر دے۔ اور تمہارے کام میں کامیابی نہ ہو اور ایسے کو تمہارے اوپر مسلط کرے جو بستر پر تمہارا سر کاٹ دے۔ جس طریقے سے تم نے ہمارے ساتھ رشتہ کو کاٹا ہے۔ اور ہمارے رسول خدا [ص] کے ساتھ رشتہ کی رعایت نہیں کی۔ اس کے بعد خوبصورت آواز میں اس آیت کی تلاوت فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ اَصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عُمَرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ * ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلَيْمٌ

"بیشک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم، اور آل عمران کو تمام عالمین پر منتخب کیا ہے۔ اس حال میں کہ یہ ایسی ذریت ہے جو بعض کی نسل میں سے بعض ہیں۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

جناب علی اکبر علیہ السلام نے اپنے بابا سے اجازت طلب کی کہ اپنے حرم کو الوداع کریں اور میدان کی طرف روانہ ہو جائیں۔ مولا نے اجازت دی اپنے حرم سے الوداع ہوئے تاریخ خاموش ہے کہ جناب علی اکبر بیبیوں سے کیسے رخصت ہوئے مگر میرا تصور یہ کہتا ہے کہ ایک کڑیل جوان کو مقتل میں جانے کے لیے ماؤں بہنوں نے کیسے رخصت کیا ہو گا؟ جناب زینب نے اٹھاڑہ سال جسے اپنی آغوش میں پالا اسے کیسے رخصت کیا ہو گا۔ جناب لیلی نے بیٹے کی رخصتی کے وقت کیسے اسے باہوں میں لیا ہو گا اور کیسے بین کیے ہوں گے۔ بہن سکینہ نے بھائی کو قتلگاہ بھیجتے ہوئے کیسے الوداع کیا ہو گا؟

یہ ایسا منظر ہے جسے الفاظ کے قالب میں بند نہیں کیا جا سکتا پر باپ مان اور بہن اس کا بخوبی تصور کر سکتے ہیں اور اپنے احساسات کے دائیرے میں اس کی منظر کشی کر سکتے ہیں۔

آخر کار جناب علی اکبر علیہ السلام خیموں سے رخصت ہوئے اور میدان کارزار میں روانہ ہوئے اس حال میں کہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

اَنَا عَلَى بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلَى نَحْنُ وَبِيْتُ اللَّهِ اُولَى بِالنَّبِيِّ

اطعْنُكُمْ بِالرُّمْحِ حَتَّى يَنْثَنِي اضْرِبُكُمْ بِالسَّيْفِ اَخْمَى عَنْ ابِي

ضَرْبِ عَلَامِ هَاشِمِيِّ عَزَّيِّي وَاللَّهِ لَا يَحْكُمُ فِيْنَا ابْنُ الدَّعِيِّ

میں علی، حسین بن علی کا بیٹا ہوں خدا کی قسم ہم پیغمبر اسلام کے سب سے زیادہ نزدیک ہیں۔

اس قدر نیزے سے تمہارے اوپر وار کروں گا کہ ٹیرا ہو جائے اور اس قدر تلوار سے تمہاری گردنیں ماروں گا کہ کند

ہو جائے تا کہ اپنے بابا کا دفاع کر سکوں۔

ایسی تلوار چلاوں گا جیسی بنی ہاشم اور عرب کا جوان چلاتا ہے۔ خدا کی قسم اے ناپاک کے بیٹے تم ہم پر حکومت نہیں کر سکتے۔

آپ نے اپنے شجاعانہ حملوں کے ساتھ دشمن کی صفوں کو چیر دیا اور ان کی چیخوں کو بلند کر دیا۔

نقل ہوا ہے کہ جناب علی اکبر نے سب سے پہلے حملہ میں ایک سو بیس دشمنوں کو ڈھیر کر دیا۔ اس کے بعد اس حال میں کہ زخموں سے چھلنی تھے اپنے بابا کے پاس واپس آئے اور کہا: اے بابا پیاس ہلاک کیے جا رہی ہے اور اسلحہ کی سنگینی مجھے رحمت میں ڈالے ہے کیا پانی کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے؟ تا کہ دشمن کے ساتھ مقابلہ کے لیے کچھ طاقت حاصل ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے گریہ کیا اور فرمایا: بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی علیہ السلام اور تمہارے بابا پر بہت سخت ہے کہ آپ پکاریں اور ہم جواب نہ دے سکیں۔ آپ مدد چاہیں اور ہم مدد نہ کر سکیں۔ بیٹا اپنی زبان کو میری زبان میں دے دو، کہا: بابا اس میں مجھ سے زیادہ کاٹنے پڑے ہوئے ہیں، فرمایا: یہ انگوٹھی لے لو اور اسے اپنے منہ میں رکھ لو اور دشمن کی طرف واپس چلے جاو۔ انشاء اللہ جلدی ہی آپ کے جد امجد جام کوثر سے سیراب کریں گے کہ جس کے بعد کبھی پیاسے نہیں ہو گے۔

جناب علی اکبر میدان کی طرف پلٹ گئے اور پھر رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

جنگ کے حقائق آشکارا ہو گئے اس کے بعد سچے شاہد اور گواہ ظاہر ہوئے اس خدا کی قسم جو عرش کا پیدا کرنے والا ہے میں تمہارے لشکر سے دور نہیں ہوں گا جب تک کہ تلواریں غلاف میں نہ چلی جائیں۔

آپ نے سخت اور لاجواب جنگ کی اور 80 شامی یزیدیوں کو مزید ہلاک کر دیا اور آخر کار منقد بن مرہ عبدی کی کڑی ضربت کار آمد ثابت ہوئی دشمنوں نے اطراف میں حلقوں ڈال دیا اور تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

بعض روایات میں ہے کہ ضربت کھانے کے بعد آپ نے گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور گھوڑا وحشت کا مارا ہوا آپ کو دشمن کے لشکر کی طرف لے گیا اور انہوں نے اپنی تلواروں سے آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جناب علی اکبر علیہ السلام نے آخری لمحوں میں اپنے بابا کو آواز دیتے ہوا کہا: بابا جان یہ جد امجد رسول خدا [ص] ہیں جو جام کوثر لیے کھڑے ہیں کہ اس کے بعد اب مجھے پیاس نہیں لگے گی، اور کہا: بابا جان آپ بھی جلدی سے آئیے آپ کا جام بھی آپ کے انتظار میں ہے۔

آواز سنتے ہی امام علیہ السلام میدان کی طرف دوڑ پڑھ اور جناب علی اکبر کے بدن کے کنارے بیٹھ گئے اپنا چہرہ آپ کے چہرے پر رکھا اور کہا: خدا نابود کرے اس قوم کو جس نے آپ کو قتل کیا ہے۔ کس چیز نے حرمت خدا اور پیغمبر کو توڑنے کی جرات دی؟

اے بیٹا اب آپ کے بعد اف ہو اس دنیا پر۔

روایت میں نقل ہوا ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا گریہ و فغان کے عالم میں یہ کہتی ہوئی آئیں: "اے میرے دل کے چین، اے میرے بھتیجے" اور اس ٹکڑے ٹکڑے بدن پر اپنے آپ کو گرا دیا لیکن امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن کو واپس خیموں میں لوٹا دیا۔

امام حسین علیہ السلام نے بنی ہاشم کے جوانوں کو بلایا اور فرمایا: علی اکبر کے بدن کو خیموں کی طرف لے چلو۔

اس سلسلے میں کہ جناب علی اکبر کی ماں جناب لیلی کربلا میں موجود تھیں یا نہیں تاریخ کی مشہور کتابوں میں اسکا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ صرف صاحب "ذخیرۃ الدارین" نے لکھا ہے کہ علی اکبر علیہ السلام کی ماں روز عاشور کو ان کے لیے دعا کر رہی تھیں۔

کتاب روضۃ الشہداء کی عبارتوں میں بھی یہ ملتا ہے کہ آپ کی والدہ کربلا میں موجود تھیں۔

امام صادق علیہ السلام کی ایک روایت کے مطابق جناب علی اکبر علیہ السلام کی قبر امام حسین علیہ السلام کی قبر کے پائینتی طرف ہے۔

زیارت ناحیہ میں جناب علی اکبر علیہ السلام کی زیارت کا ایک جملہ یہ ہے:

«السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوْلَ قَتِيلٍ مِنْ نَسْلِ خَيْرِ سَلِيلٍ مِنْ سُلَالَةِ إِبْرَاهِيمِ الْخَلِيلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ»

سلام ہو آپ پر اے شہید اول، اولاد ابراہیم کی بہترین ذریت میں سے،

طلوع ستارہ کہکشان حسینی:

رسول اکرم کی مولا حسین علیہ السلام کے ساتھ محبت زبان زد عام و خاص ہے۔ مشہور و معروف حدیث نبوی ہے:

'حسین منی و انا من الحسین'

یعنی حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام بچپن ہی سے آغوش رسالت سے اس قدر مانوس تھے کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

'حسین رسول خدا کی زندگی میں انہیں بابا کہہ کر پکارتے تھے اور مجھے ابا الحسن کہتے تھے۔ جب رسول خدا ظاہراً اس دنیا کو چھوڑ گئے تو پھر مجھے بابا کہنے لگے،'

موسوعۃ کلمات الامام الحسین علیہ السلام ص 40

فرق جد میں نواسہ رسول بہت مغموم و محزون رہا کرتے تھے کہ خداوند حکیم نے نواسہ رسول کے گھر شبیہ

رسول کو بھیج کر پھر سے وہ یادیں تازہ فرما دیں۔ کہکشاں حسینی کا یہ عظیم ستارہ شعبان المعظم کی 11 تاریخ کو صحن حسینی میں طلوع ہوا البتہ تاریخ میں سال طلوع کے بارے میں اختلاف ہے، مشہور قول کے مطابق سال طلوع 43 ہجری ہے۔

فضائل، مصائب و کرامات حضرت علی اکبر علیہ السلام ص 31، خورشید جوانان ص 20

والد بزرگوار:

شہزادے کے والد بزرگوار محسن اسلام حضرت امام حسین ابن علی ابن ابیطالب علیہم السلام ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں جن کے بھائی امام حسن مجتبی و ابو الفضل العباس علیہما السلام...، ہمیشہ جناب عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا، جن کی مادر گرامی حضرت فاطمہ زبرا سلام اللہ علیہا اور نانا بزرگوار حضرت محمد مصطفی ہیں۔ المختصر یہ خاندان فضائل و مناقب کا سر چشمہ تھا۔

والدہ ماجدہ:

شہزادے کی والدہ ماجدہ حضرت لیلی بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقیٰ ہیں۔ آپ کے نانا عروہ بن مسعود ثقیٰ قریش میں عظیم المرتب شخصیت تھے وہ قریش مکہ کی طرف سے حضرت پیغمبر اکرم کی خدمت میں صلح نامہ حدیبیہ کی موافقت کے لیے بھیجے گئے۔ عروہ اہل طائف تھے اور انہوں نے 9 ہ میں اسلام قبول کیا پھر اپنی قوم کی ہدایت اور دین اسلام کی تبلیغ کے لیے ان کی طرف گئے لیکن اسی قوم کے ہاتھوں نماز سے پہلے اذان کہتے ہوئے تیر ستم سے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ پیغمبر خدا ان کی شہادت پر بہت افسرده ہوئے اور اس شہید کے بارے میں فرمایا:

لیس مثلہ فی قومہ الا کمثل صاحب یاسین فی قومہ،

یعنی عروہ صاحب یاسین کی مثل ہیں جو اپنی قوم کے لیے ہدایت کا فریضہ انجام دیتے تھے، اور اسی راہ میں شہید ہوئے۔

خورشید جوانان ص 32 از اصابہ ج 4 ص 177

ابن جزری نے اسد الغابہ میں بروایت ابن عباس جناب رسول اکرم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ (ص) نے فرمایا:

اربعة سادة فی الاسلام بشر بن هلال العبدی وعدى بن حاتم و سرaque بن مالک المدنجحی و عروہ بن مسعود ثقیٰ

اسلام میں چار سردار ہیں بشر بن ہلال العبدی، عدى بن حاتم، سرaque بن مالک المدنجحی اور عروہ بن مسعود ثقیٰ،

سن مبارک:

شہزادے کے سال ولادت میں اختلاف کی وجہ سے سن مبارک میں بھی اختلاف ہے اور یہ اختلاف تاریخ و مؤرخین کے اس باب میں شدت ضعف پر دلیل ہے کیونکہ اس بارے میں متعلقہ کتب میں اقوال عجیب و غریب ہیں۔ ان مختلف اور متعدد اقوال کی وجہ سے انسان حیران و پریشان ہو کر رہ جاتا ہے لیکن کچھ تحقیق اور دقت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابم اختلاف دو تین اقوال میں ہے بہرحال بحمد اللہ قول مشہور ہمیں اس تعدد و کثرت سے وحدت پر لاتا ہے یہ قول دلالت کرتا ہے کہ شہزادہ کربلا حضرت علی اکبر علیہ السلام کا سن مبارک 61 بھری کربلا میں 18 برس کا تھا۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام کے سن مبارک میں مشہور قول درست ہے اور ظاہراً تمام اسلامی ممالک میں بھی یہی قول شہرت کا حامل ہے بالخصوص بر صغیر میں جناب علی اکبر علیہ السلام (نثر و نظم میں) مشہور و معروف قول یہی ہے۔ مقتل کی تمام کتب میں موجود ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے فرزند دلبند کو میدان کی طرف روانہ کرنے لگے تو بارگاہ خدا میں یوں گویا ہوئے:

اللهم اشهد على هؤلاء القوم فقد بز اليهم غلام اشبه الناس خلقا و خلقا و منطقا برسولك صلي الله عليه
وآلہ.....'

بارالہنا! گواہ رہنا اس قوم ستمگر سے جنگ کرنے کے لیے ایسا جوان جا رہا ہے جو خلقت و اطوار، رفتار و گفتار میں تمام لوگوں سے زیادہ تیرتے رسول کے ساتھ شبابت رکھتا ہے۔۔۔۔۔

صحاب رحمت ص 458

لسان امامت سے ادا کیا ہوا لفظ مبارک غلام یعنی جوان، نو خیز، اسی مطلب پر دلالت کر رہا ہے کہ شہزادہ سن کے اعتبار سے ابھی سن جوانی سے متجاوز نہیں ہوا تھا، جہاں تک تأویلات و توجیہات کا تعلق ہے تو اصل کلام اور اول کلام کو حقیقت پر ہی حمل کیا جاتا ہے اور یہاں پر کوئی قرینہ صارفہ بھی نہیں کہ حقیقت کی بجائے مجاز کی نوبت آئے لہذا غلام سے مراد یہی تازہ جوان ہی ہے جو کہ اقوال میں سے 18 سال سن کے ساتھ زیادہ موافقت و مطابقت رکھتا ہے۔ بزرگ محقق علماء جیسے شیخ مفید، شیخ طوسی و سید ابن طاؤوس (رح) نے اپنے آثار میں حضرت علی اکبر علیہ السلام کا سن مبارک کربلا میں اٹھاڑہ سال قلمبند فرمایا ہے۔

خورشید جوانان ص 29

مؤلف خورشید جوانان نے اس قول کے قبول کرنے کو تاریخی احتیاط سے تعبیر کیا ہے اگرچہ ان کے اپنے دلائل کا ماحصل اس قول کے خلاف ہے لیکن اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ بزرگ و محقق شخصیات نے جس قول کو اختیار کیا ہے تو یقیناً ایسے بزرگان علم کے دلائل پختہ اور قوی تر ہوں گے کہ انہوں نے 18 سال والا قول اختیار کیا ہے لہذا احتیاط تاریخی اس امر کی مقتضی ہے کہ ان کے قول کی مخالفت نہ کی جائے اور اسی مشہور قول کو قبول کر لیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان بزرگان کے پاس موجود دلائل ہمارے قبیل و قال سے مافوق ہوں۔ اس محقق مؤلف نے اس بحث کے آخر میں اضافہ کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ لقب اکبر چھوٹے شہزادے علی اصغر علیہ السلام کے لقب اصغر سے قیاس کرتے ہوئے ملا ہو۔

محقق تفریشی نے بھی اپنے استدلال میں سابق الذکر بزرگان کے قول کی تائید کی ہے لہذا ان کے نزدیک بھی شہزادے کا سن مبارک 18 سال ہے۔

خورشید جوانان ص 28

اس قول کی تائید میں کتاب مستطاب ثمرات الاعواد کے مؤلف بزرگوار یون لکھتے ہیں کہ:

حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنی جدہ مظلومہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ساتھ اس لحاظ سے شبیت رکھتے ہیں کہ ان دونوں کی عمریں کم تھیں اور دونوں ہی اٹھارہ سال کی عمر میں شہادت کی سعادت پر فائز ہوئے۔

ثمرات الاعواد ص 228

حضرت امام حسین علیہ السلام کے کلمات و ارشادات پر مبنی کتاب موسوعة کلمات الامام الحسین علیہ السلام میں شہادت اہل البیت علیہم السلام کے تحت بحث کی ابتدا میں اعیان الشیعہ سے منقول قول میں بھی شہزادے کے 18 سال والے قول کو ٹھکرایا نہیں گیا بلکہ ان کے مطابق حضرت علی اکبر علیہ السلام کا سن مبارک 18 سال، 19 سال یا 25 سال ہے اور وہ آل ابو طالب کے پہلے شہید ہیں۔

موسوعة کلمات الامام الحسین علیہ السلام

کتاب شریف مصابیح الہدی میں حضرت علی اکبر علیہ السلام کا سن مبارک 19 سال نقل ہوا ہے اسی کتاب اور نیز تمام کتب مقاتل میں شہزادے کے مبارز طلبی کے اشعار موجود و محفوظ ہیں۔ شہزادے نے جب پہلی مرتبہ قوم اشقياء پر حملہ کیا تو شہزادے کا رجز یہ تھا:

أَنَاعِلَى بْنُ الْحَسِينِ بْنُ عَلِيٍّ

نَحْنُ وَ بَيْتُ اللَّهِ أَوْلَى بِالنَّبِيِّ

تَالَّهُ لَا يَحْكُمُ فِيْنَا إِنَّ الدُّعَى

اضْرِبْ بِالسَّيْفِ أَحَامِيْ عَنْ أَبِيْ

ضَرَبَ غَلَامَ هَاشْمِيْ قَرْشِيْ

مصابیح الہدی ص 216

یہاں ہماری شاہد بحث شہزادے کے رجز کا آخری مصروع ہے جس میں خود فرمائیے ہیں کہ ”میری ضرب، ہاشمی قرشی جوان کی ضرب ہے اس کلمہ غلام سے بھی شہزادے کا جوان سال ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

میدان کربلا میں بروز عاشورہ امام حسین علیہ السلام سے ان کے کڑیل جوان بیٹے نے اذن جہاد مانگا تو مولا ن اشکبار آنکھوں کے ساتھ اجازت دی اور لسان عصمت و طہارت سے یہ الفاظ جاری ہوئے:

وكان من اصبح الناس وجها واحسنهم خلقا فارخي عينيه بالدموع واطرق ثم قال: اللهم اشهدناه قد برز اليهم
غلام اشبه الناس خلقا وخلقها ومنطقا برسولك، وكنا اذا اشتقتنا إلى نبيك نظرنا اليه،

'خداؤندا! گواہ رینا، ان کی طرف ایسا جوان جا رہا ہے جو خلق، خلق اور منطق میں تمام لوگوں میں سے تیرے رسول سے زیادہ شبہت رکھتا ہے، ہمیں جب بھی تیرے نبی کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تو ہم اس جوان کو دیکھ لیتے تھے۔

سوگنامہ کربلا متن لہوف سید ابن طاووس ص 207

شبہت ایسی چیز ہے کہ جس کی موجودگی میں دیکھنے والے کو مشتبہ پر مشتبہ بہ کا گمان ہونے لگتا ہے اب یہ وجہ شبہت جس قدر زیادہ ہو گی اتنا ہی یہ منظر شدید اور واقعی لگے گا، پھر جب شبہت کا یہ عالم ہو کہ ایک معصوم امام جناب حسین علیہ السلام کو اپنے نانا کی یاد ستائے اور اس تشنج کو زیارت علی اکبر علیہ السلام سے سیراب فرمائیں تو اندازہ کیجیئے کہ جناب علی اکبر علیہ السلام رسول معظم سے کس قدر شبہت رکھتے تھے۔ امام کے فرمان کے مطابق شہزادہ حبیب خدا سے تین قسم کی شبہتیں رکھتے تھے۔ خلقی، خلقی، منطقی

1- شبہت خلقی سے مراد قد و قامت اور صورتاً مشابہ ہونا ہے۔ جناب علی اکبر علیہ السلام مقد و قامت اور شکل و صورت میں رسول خدا کے ساتھ شبہت رکھتے تھے۔ معروف ہے کہ حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام اور شہزادہ علی اکبر علیہ السلام جب مدینے کی گلیوں میں نکلتے تھے تو لوگ فقط ان کے دیدار کی خاطر جمع ہو جاتے تھے۔ جناب علی اکبر اس قدر خوبرو تھے کہ ان کو دیکھ کر زمانے کو رسول خدا یاد آ جاتے تھے۔

رائز رسول کا بیہوش ہونا:

جناب علی اکبر علیہ السلام کے زمانے میں ایک عرب شخص حبیب خدا کی زیارت کا بہت مشتاق تھا۔ اسی اشتیاق میں گریہ کنان رہتا تھا۔ اسے بتلایا گیا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اگرچہ رسول خدا اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن شہزادہ حسینی جناب علی اکبر علیہ السلام ہوبھو شکل و صورت میں پیغمبر لگتے ہیں۔ جاؤ جا کر مدینہ میں شہزادے کی زیارت کر لو، رسول خدا کی زیارت ہو جائے گی۔

وہ عرب شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، ماجرا عرض کیا۔ مولا امام حسین علیہ السلام نے شہزادے کو آواز دی جناب علی اکبر تشریف لائے، جب بابا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اس عرب شخص نے جناب علی اکبر علیہ السلام کو دیکھا تو اسے ایسا محسوس کیا کہ میں رسول معظم کی زیارت کر رہا ہوں اور تاب نہ لاتے ہوئے وہ عرب بے ہوش ہو گیا۔

فضائل ، مصائب و کرامات حضرت علی اکبر (ع) تألیف عباس عزیزی ص 34

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے اس سے پہلے رسول اکرم کی زیارت کی ہوئی تھی۔

2- شبیت خُلقی سے مراد یہ کہ کسی سے اخلاق میں مشابہ ہونا۔ جناب علی اکبر علیہ السلام کی نسبت ایک معصوم امام کی زبانی خلق عظیم کے مالک سے دی جا رہی ہے اور رسول معظم کے اخلاق کی اوج کی تصدیق ذات کردگار کے کلام سے ہوتی ہے۔

انک لعلی خلق عظیم،

آپ بے شک عظیم اخلاق کی بلند ترین منزل پر فائز ہیں،

سورہ قلم آیت 4

اسی خلق و خو کی ہوبھو عکاسی آپ کو جناب علی اکبر علیہ السلام کے اخلاق میں ملے گی۔ اس عظیم اخلاق کی جھلک شہزادے میں اس قدر نمایاں تھی کہ شہزادے کے سلام کرنے سے لوگوں کو پیغمبر کا سلام کرنا یاد آ جاتا تھا۔ غرباء و فقراء و مساکین کے ساتھ حسن سلوک سے رفتار نبوی کی یادیں تازہ ہو جاتی تھیں۔ کتب تاریخ میں موجود ہے کہ ہمشکل پیغمبر شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے مدینہ میں غریبوں اور مسکینوں کے لیے ایک بہت بڑا مہمان خانہ بنا رکھا تھا جس میں ہر روز و شب کھانے کھلانے کا انتظام کیا کرتے تھے اور تمام لوگ شہزادہ کرم کے دستر خوان سے استفادہ کیا کرتے تھے۔

خورشید جوانان ص 41

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس وجود نازنین کو وداع کے وقت بارگاہ احادیث میں راز و نیاز اور اور مناجات میں اس انداز سے پیش کیں کہ اے پورودگار! تیرے حبیب کا سا اخلاق رکھنے والا یہ جوان تیرے دین کی حفاظت کے لیے اس بدیخت قوم کے سامنے بھیج رہا ہوں لیکن اس صورت و سیرت پیغمبر کے آئینہ دار شہزادے کو دیکھ کر بھی ان کی قساوت و شقاوت میں کمی نہیں آ رہی۔

3- شبیت منطقی سے مراد گفتار میں کسی کے مشابہ ہونا۔ لسانِ عصمت میں منطق علی اکبر علیہ السلام کو منطق رسول خدا سے تعبیر فرمایا گیا اور قرآن کریم منطق نبوی کے بارے میں یوں گویا ہے:

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى

یعنی رسول خدا ہوا و ہوس سے کوئی کلام نہیں کرتے ان کا کلام تو صرف وحی الہی ہوتا ہے،

موسوعة کلمات امام الحسین علیہ السلام

امام حسین علیہ السلام کو جب بھی اپنے نانا کی آواز سننے کا شوق ہوتا آپ جناب علی اکبر علیہ السلام سے کہتے کہ بیٹا اذان و اقامۃ کہو اور پھر راز و نیاز اور عبادات و مناجات میں مشغول ہو جاتے اسی وجہ سے 10 محرم الحرام کی صبح کو بھی جناب علی اکبر علیہ السلام سے اذان دلوائی گئی تا کہ لرجه رسول سن کر شاید ان قسی اور شقی لوگوں کے دلوں پہ اثر پڑے لیکن.....!!!

کردار و رفتار و گفتار میں جناب علی اکبر علیہ السلام رسول معظم کے اتنے مشابہ تھے کہ ان کو دیکھ کر لوگ

رسول اکرم کو یاد کرتے تھے۔

معاویہ کی زبانی جناب علی اکبر علیہ السلام کی تعریف و تمجید:

ابو الفرج اصفہانی مغیرہ سے روایت کرتا ہے ایک دن معاویہ نے اپنے ہم درباریوں سے پوچھا من احق بھذا الامر؟ تم لوگوں کے نزدیک اس خلافت کا حق دار کون ہے؟ سب نے کہا! انت۔ ہمارے نزدیک اس منصب کے لائق صرف آپ ہیں، معاویہ کہنے لگا، لا، اس طرح نہیں ہے جس طرح تم لوگ سوچتے ہو بلکہ:

اولی الناس بھذا الامر علی بن الحسین بن علی جدہ رسول اللہ و فیہ شجاعہ بنی هاشم و سخاہ بنی امیہ و زہو ثقیف۔

اس منصب کے سب سے زیادہ سزاوار علی بن حسین ہیں جن کے جد رسول خدا ہیں جنہوں نے شجاعت و دلیری بنی ہاشم سے، سخاوت بنی امیہ سے اور زیبائی اور فخر و مبارکات ثقیف سے پائی ہے۔

حیات الامام الحسین، ج 3، ص 245

شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے کمال ایمان و ایقان کا ایک واقعہ:

جناب علی اکبر علیہ السلام کا سینہ معرفت خداوندی سے پر تھا جس نے جنت کے سرداروں سے تعلیم و تربیت حاصل کی تو ایسی ہستی کا علم و ایقان بھی اوج ثریا پہ ہو گا آپ کی دینی و سیاسی بصیرت کا علم سفر کربلا سے عیان ہوتا ہے، جیسا کہ سفر کربلا میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی منزل قصر بنی مقاتل پر آنکھ لگ گئی جیسے ہی آپ نیند سے بیدار ہوئے تو فوراً کلمہ استر جاع انا لله و انا الیہ راجعون پڑھا۔ آپ نے تین مرتبہ اس جملے کو دوہرایا اور خداوند متعال کی حمد کی۔ جناب علی اکبر علیہ السلام نے آپ سے کلمہ استرجاع کی وجہ پوچھی تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا!

میں نے خواب میں ایک گھوڑا سوار کو دیکھا ہے جو کہہ ریا تھا کہ یہ قافلہ موت کی جانب روان دواں ہے۔ اس پر شہزادے نے پوچھا: بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں ہم حق پر ہیں۔ تو شہزادے نے فرمایا:

فاننا اذن لا نبالي ان نموت

محقین پھر ہمیں موت کی کیا پرواہ ہے؟

شہزادے کا یہ مخلصانہ جواب سن کر سید الشہداء نے ان کو دعائے خیر دی:

جزاک اللہ من ولد خیر ما جزی ولدًا عن والدہ،

بحار الأنوار، ج 45، ص 43

نفس المہموم ص 108

شجاعت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام:

جناب علی اکبر علیہ السلام فرزند علی علیہ السلام کے پوردہ تھے آپ کو شجاعت اپنے دادا مولا علی مر تضی علیہ السلام شیر خدا سے ورثے میں ملی تھی۔

علامہ مجلسی نقل فرماتے ہیں: بروز عاشورہ آپ جس طرف رخ فرماتے لوگوں کو خاک بلاکت میں ملاتے جاتے تھے۔

فلم یزل یقاتل حتیٰ ضیح النّاس من کثرة مَن قُتِلَ مِنْهُمْ وَ رَوَى أَنَّهُ قُتِلَ عَلَى عَطْشِهِ مَاةٌ وَ عَشْرِينَ رَجُلًا ثُمَّ رَجَعَ إِلَى ابیہ فلم یزل یقاتل حتیٰ قُتِلَ تَمَامَ الْمَاتِينَ

آپ نے اسقدر شجاعت علوی کا مظاہرہ کیا کہ مقتولین کی کثرت پر لوگ گریہ و شیون کرنے لگے اور روایت میں ہے کہ علی اکبر نے پیاس کی شدت کے باوجود ایک سو بیس افراد کو تھے تیغ کیا۔ پیاس کی وجہ سے آپ والد گرامی کی طرف گئے پھر دوبارہ میدان میں اترے اور اس قدر جنگ کی کہ مرنے والوں کی تعداد دو سو تک پہنچ گئی۔

بحار الانوار ج 45

کربلا کاجوان، دین خدا کی جوانی

امام حسین محافظ شریعت ہر ممکنہ قربانی پیش کرنے پر مصمم تھے اور ہر قیمت پر، ہر قربانی پر شجر اسلام کی جوانی کے خواہاں تھے۔ اب اسلام سائل تھا اور خاندانِ کرم کی سخاوت مند ترین فرد اپنی دولت و ثروت کے گنجینے لٹا دینے پر مائل بہ کرم دکھائی دے رہے تھے، حفظ دین کے وعدے اچھی طرح یاد تھے اور وفا کے انداز انتہائی نرالی تھے، سوچا اگر بر وقت دین کی جوانی کی ضمانت پیش نہ کی جائے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسول علیہم السلام کی محتنیں بے ثمرہ ہو کر رہ جائیں گی۔ محافظ شریعت نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی آغوش مبارک میں پروش پائی تھی، اس لیے دین کی بربادی ہرگز نہیں دیکھ سکتے تھے، اچھی طرح یاد تھا کہ نانا پاک نے جب آغوش میں ایک طرف اپنے اسی نواسے اور دوسرے طرف اپنے فرزند ابراہیم کو بٹھایا ہوا تھا۔ خداوند متعال نے امتحان لیا تھا کہ ان دو بچوں میں سے جو زیادہ عزیز ہے، دوسرے کو اس پر قربان کرنا ہو گا تو اس قدسی وجود نے اپنے فرزند کو نواسے پر قربان کر لینا منظور کیا تھا اور فرمایا تھا کہ:

حسین منی وانا من الحسین، اب اس حدیث شریف کے ذیل کے اثبات کا موقع تھا۔ دین خدا سوال تھا، سوال جوانی کا سوال تھا، بجرت ختمی مرتبت کے ساٹھ سال گزر چکے تھے، ساٹھویں سال کا نصف حصہ گزرنے کے بعد ماه رجب کے اواخر میں نواسہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی بجرت کا آغاز ہو چکا تھا۔ دوم محرم الحرام 61 ہجری کربلا پہنچ چکے تھے۔ نئے سال کے پہلے مہینے کے نو دن گزر چکے تھے ایک رات کی مہلت لی تھی وہ بھی گزر چکی تھی۔ اعوان و انصار اپنی نصرت کے وعدے نبھا چکے تھے، دین کو کچھ قوت ملی تھی، اب جبکہ باشمنی خون دین کے کام آیا چاہتا تھا، عاشقِ توحید مولا امام حسین علیہ السلام نے سب پر ایک نگاہ دوڑائی شاید ذہن مبارک میں موقع و محل کی مناسبت سے اُس آیت کریمہ کے مضمون کی فضلا حاکم تھی کہ:

لہذا اپنے کڑیل جوان شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبر علیہ السلام کا انتخاب سامنے آیا۔ اپنے بابا کے ارادوں کو سمجھنے والے اس عشق توحید کے پروردہ ممسوس فی اللہ۔ غرق عشق خدا، نے شکر خدا بجا لاتے ہوئے اذن جہاد کا سوال کیا۔ نواسہ رسول نے دیکھا تو اپنے روپرو شکل و صورت اور گفتار و سیرت کے آئینے میں گویا ہوبھو اپنے نانا کا جمال و کمال دکھائی دیا۔ اس طرف نانا کے دین کو دیکھا، اس طرف اپنے جوان حسین کو دیکھا اور ان دونوں کے ساتھ عشق حقيقی کے مقدس آئین کو دیکھا۔ پس بغیر کسی وقفے کے اجازت مرحومت فرمادی۔ اگرچہ علی اکبر جیسے جوان بیٹے کو امام حسین علیہ السلام جیسے باپ کے لیے اذن میدان دینا کچھ آسان کام نہیں تھا، لیکن اپنے ہدف اور عشق کے راستے میں یہ قربانی قبول کی۔ دین خدا نے اپنی تازہ جوانی پائی، انبیاء و رسول کی خزان رسیدہ محتنوں کے چمن میں بھار آئی، عزازیل کی شکست و بیزیمت پر مہر ثبت ہوئی، ملائکہ کو، اُنی اعلم ما لا تعلمون کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ اب اس جوانی دین کی حفاظت کا مسئلہ درپیش تھا تو کبھی بستر بیماری سے غش کے افاقے میں مولا علی زین العابدین علیہ السلام کی دعاوں، کمسن شہزادے محمد باقر علیہ السلام اور کمسن معصوم سکینہ علیہما السلام کی آمین کی دلی التجاؤں نے مدد کی، کبھی کربلا کی شیردل خاتون ناموس خدا حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا کی سربراہی میں مخدرات عصمت و طہارت کی مناجات نے نصرت کی، کبھی عون و محمد علیہما السلام کے معصوم جذبے کام آئے تو کبھی قاسم ابن الحسن علیہما السلام کی پاکیزہ نوجوانی نے ڈھارس دی اور کچھ زیادہ ضرورت محسوس ہوئی تو سیرابی عطش کے بھانے شہنشاہ وفا علیہ السلام کے قوت و قدرت والے دو مضبوط بازوؤں نے سپارا دیا۔

اہلیت علیہم السلام کے افراد نے اپنے امام زمان علیہ السلام کی خوشنودی کے لیے اپنی اپنی قربانیاں پیش کر کے حفظ شباب دین میں بہترین کردار ادا کیے اور پھر نفس مطمئنے نے لفظ عشق کے مقدس پیکر کو جاودانی معانی کی ابدی زندگانی عطا فرما کر وہ جلوہ خلق فرمایا کہ دین محفوظ، انبیاء راضی، سید الانبیاء خوشنود اور خالق اکبر احسن الخالقین کی رضایت بھری آواز میدان کربلا میں یوں گونجئے لگی:

يَا ايَّتَهَا النَّفْسُ الْمُطَمَّنَةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَةً فَادْخُلِي فِي عَبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي

اے میرے حسین! اب وصل کی گھڑیاں آن پہنچیں، اس سے زیادہ فصل گوارا نہیں فورا میرے پاس لوٹ آ، تو مجھ سے راضی ہے اور میں تجھ سے راضی، آ جا میرے خالص بندوں کے زمرے اور میری مخصوص جنت میں داخل ہو جا،

اکثر مورخین جیسے ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں صفحہ 74 پر، صاحب تاریخ طبری اپنی کتاب کی ج 4 ص 34 پر لکھتے ہیں کہ:

کربلا میں سب سے پہلے ہاشمی شہید عالی مقام شہزادہ ہیں اور یہ پہلا شہید ہونا اس بزرگوار شہزادے کے اعلیٰ ادب بلکہ اوج کمال و ایمان کی دلیل ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

خدا نے بھیج دی بعد نبی حسین کے گھر

رکھی تھی اپنے لیے جو شبیہ پیغمبر

گئے رسول ادھر، اکبر اس طرف آئے

غم فراق کا شکوہ رہا ادھر نہ ادھر

التماس دعا.....